الایام: مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی جلد:۳، شمارہ:۲، جولائی۔دسمبر۲۰۱۲ء

بیادِ رفتگان

زیبا افتخار

ا۔علامہ سید غلام شبیر بخاری: (۲۱رجون۲۰۱۲ء۔لاہور)

ملک کے ممتاز ماہر تعلیم، مفسر قرآن، شاعر، ادیب اور دانشور علامہ غلام شبیر بخاری مختصر سی علالت کے بعد ۲۱رجون ۲۰۱۲ کو لاہور میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

۲رجولائی ۱۹۱۸ء کو پنجاب کے علاقہ چونیاں کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہونے والے غلام شبیر بخاری بچپن ہی سے علم وادب سے شغف رکھتے تھے۔انہوں نے ایس،ایم کالج بہاولپور سے بی اے کیا۔اس کالج کو نواب بہاولپور صادق محمد خان عباسی کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کی غرض سے اس کالج کو علی گڑھ کے خطوط پر چلارہے تھے۔سید بخاری کی زندگی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جہاں انہوں نے تین سال (۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۵ء) قیام کیا اور یہیں سے بی۔ٹی کی ڈگری حاصل کی۔

سید بخاری نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک استاد کی حیثیت سے ریاست بہاولپور سے کیا اور ترقی کرتے کرتے ڈائریکٹر کے عہدے تک پہنچ گئے، ون یونٹ کے زمانے میں انہوں نے لاہور اور ملتان ڈویژن میں بھی ڈائریکٹر تعلیمات کی خدمات انجام دیں۔انہیں تحریک پاکستان میں بھی خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔

ریاست بہاولپور ہی سے انہوں نے ایک ادبی اور تنقیدی رسالہ ''الزبیر'' کا اجرا کیا۔ یہ رسالہ اب بھی ڈاکٹر شاہد حسین رضوی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ان کی تصانیف اور تالیفات میں ''جذبہ ورد''

(شاعری)، ''سوزِ دروں'' (شاعری)، ''لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم'' (تحقیق و تنقید) اور ''تعلیمی خطوط'' شامل ہیں۔لیکن آپ کا اصل کارنامہ ''اختصار البیان'' ہے۔ جو قرآن حکیم کی تفسیر ہے اور سادہ اور عام فہم بھی ہے۔

اپنی وفات سے کچھ قبل انہوں نے اپنی ذاتی لائبریری کا ایک بڑا حصہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں بھجوا دیا تھا۔ آخر عمر میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ تاہم کافی عرصہ تک اپنی قیام گاہ کے قریب یعنی اقبال ٹاؤن لاہور کے اورنگ زیب بلاک کی جامع مسجد میں جمعہ اور عیدین کے خطبے دیتے رہے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ لاہور میں ہی ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

۲۔اعجاز فاروقی: (۲۱رجون۲۰۱۲ء۔لاہور)

جدید نظم کے حوالے سے شہرت حاصل کرنے والے اعجاز فاروقی ۲۱رجون ۲۰۱۲ء کو خالق حقیق سے جا ملے، وہ یکم مارچ ۱۹۳۶ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پیر محی الدین فاروقی شہر کے علمی، ادبی، سیاسی اور دینی حلقوں کی ممتاز شخصیت تھے۔ وہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں ایک اورینٹل ٹیچر کے طور پر درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ ان کی والدہ بھی اس دور میں ایک بہت پڑھی لکھی خاتون تھیں اور امرتسر کے ہی ایک مڈل اسکول کی ہیڈ مسٹریس تھیں۔

اعجاز فاروقی نے صرف تیرہ سال کی عمر میں ایک Muslim Reform Society قائم کی۔ بعد میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے رکن بن گئے۔ پاکستان آنے کے بعد ''ادبی دنیا'' اور ''اردو زبان'' جیسے رسالوں میں ان کی تحریریں چھپتی رہیں۔ پاکستان آنے کے بعد انہوں نے لاہور میں قیام کیا تھا یہیں انہوں نے ۱۹۶۹ء کے اوائل میں ''نئی ادبی تنظیم'' کی بنیاد ڈالی۔ جس کی ایک وجہ یہاں حلقہ ارباب ذوق، حلقہ اربابِ علم اور انجمن ترقی پسند مصنّفین سے اختلاف تھا۔

''نئی ادبی تنظیم''، جس کے قیام کا بنیادی مقصد علم و ادب کا فروغ اور نئے ادبی رویوں کی تلاش تھا۔ تین چار سال کے بعد ہی سیاست کی نذر ہوگئی اور اعجاز فاروقی مستعفی ہوگئے۔ لاہور میں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر تھے، بعدازاں جب ان کا انتخاب وفاقی حکومت میں ہوگیا تو وہ لاہور سے اسلام آباد چلے گئے اور ریٹائرمنٹ تک یہیں قیام کیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لاہور آئے تو گوشہ نشینی میں زندگی گزاری۔ اعجاز فاروقی، شاعری میں ایک مجموعہ کلام ''آدھی رات کا سورج'' کے علاوہ پاکستان کے بحرانی کیفیات پر ایک

کتاب کے بھی مصنف ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری ایام گوشہ نشینی میں گزارتے گزارتے ۲۱؍جون ۲۰۱۲ء کو خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ کی تدفین لاہور ہی میں عمل میں لائی گئی۔

۳۔ شہزاد احمد: (۲؍اگست ۲۰۱۲ء۔ لاہور)

شہزاد احمد بنیادی طور پر ایک شاعر تھے۔ ۱۴؍اپریل ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ نوجوانی ہی سے ادب اور شاعری کی طرف رجحان تھا۔ رسالہ ''نرگس'' کے ''نظم نمبر'' میں جن نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ان میں شہزاد احمد بھی شامل تھے اور اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال تھی۔ آزادیٔ ہند کے ساتھ ہی آپ لاہور آگئے اور تعلیم کی تکمیل کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوگئے۔ آپ نے اپنا پہلا ایم اے ۱۹۵۲ء میں نفسیات میں کیا۔ بعد میں دوسرا ایم اے ۱۹۵۵ء میں فلسفہ میں کیا۔ آپ اپنے کالج کے رسالہ ''راوی'' کے مدیر بھی تھے۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد تھل کے ترقیاتی ادارہ ٹی۔ ڈی۔ اے میں بطور پبلک ریلیشنز آفیسر مقرر ہوگئے۔ ملازمت کے دوران بھی ان کی شاعری کا ذوق جواں رہا۔ ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''صدف'' ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ پھر ۱۹۹۵ء تک ان کی شاعری کی سات کتابیں منظر عام پر آئیں۔ جن میں ''جلتی بجھتی آنکھیں''۔ ''ادھ کھلا دریچہ''۔ ''خالی آسمان''۔ ''بکھر جانے کی رت''۔ ''ٹوٹا ہوا پل''۔ ''کون اسے جاتا دیکھے'' اور ''پیشانی میں سوراخ'' شامل ہیں۔ اولین پانچ کتابوں کو کلیات کی صورت بھی دی گئی۔ اس کے علاوہ ''اندھیرا دیکھ سکتا ہے'' اور ''مٹی جیسے لوگ'' شائع ہوکر بہت مقبول ہوئیں۔

شہزاد احمد فلسفہ اور نفسیات کی کئی انگریزی کتابوں کے مترجم تھے۔ جناب احمد ندیم قاسمی کی وفات (جولائی ۲۰۰۶ء) کے بعد مجلس ترقی ادب کے ناظم مقرر ہوئے تھے پھر ۲۰۰۹ء میں رسالہ مخزن کی ادارت بھی آپ کے ذمہ آئی۔ جس کو آپ نے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ مجلس ترقی ادب سے وابستگی کے دوران علم و ادب کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ صرف ایک سال کے عرصے میں مجلس ترقی ادب کے پلیٹ فارم سے سترہ کلاسیکی کتب کو مشینی کتابت میں شائع کرایا۔ بہت سی نایاب کتابوں کی مکرر اشاعت کرائی۔ بقول اشرف جاوید ''شہزاد احمد نے ان چھ برسوں میں اتنا کام کیا ہے کہ مجلس کے پچھلے ۵۰ برسوں کا کفارہ ہوگیا ہے''۔

۱۹۸۴ء میں عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے۔ موت کو نہایت قریب سے دیکھا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب وہ نعت نگاری کی طرف بھی متوجہ ہوئے اس کے علاوہ، فلسفہ، نفسیات اور مذہب پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ شہزاد احمد نے ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور لاہور میں آسودہ خاک ہوئے۔

۴۔ بی بی قریشی: (۱۵؍اگست ۲۰۱۲ء۔کراچی)

پاکستان کی اولین چندگنی چنی خواتین میں سے ایک خاتون جنہوں نے Ph.D کی ڈگری حاصل کی، اقوام متحدہ کے سابق جنرل سکریٹری کوفی عنان کی ٹیچر، بی بی قریشی ۱۵؍اگست ۲۰۱۲ء کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۹ سال تھی اور وہ ایدھی ہوم کراچی میں مقیم تھیں۔

بی بی قریشی ۱۹۲۲ء میں مراد آباد، انڈیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے علی گڑھ چلی گئیں۔ جہاں سے انہوں نے بی اے اور ایم اے اکنامکس کی ڈگری لی۔ مزید تعلیم کے حصول کے لئے کے Dublin چلی گئیں وہاں Trinity College سے M.lit کی ڈگری اور ۱۹۶۰ء میں ایگریکلچر اکنامکس میں Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔ بی بی قریشی نے ساری زندگی شادی نہیں کی۔ انہوں نے اپنا مقصد حیات تعلیم اور درس وتدریس کو بنالیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جب ان کا خاندان راولپنڈی چلا آیا تو انہوں نے یہاں کے گورنمنٹ کالج میں اکنامکس پڑھانا شروع کی۔ مگر صرف ۵ سال کے بعد وہ بیرون ممالک چلی گئیں اور گھانا، زمبیا اور کینیا کی یونیورسٹیوں میں تدریس کے شعبے سے منسلک ہوگئیں۔ گھانا کی یونیورسٹی میں ان کے شاگردوں میں کوفی عنان بھی تھے جو بعد میں اقوام متحدہ کے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔

وہ تعلیم کے شعبے سے کافی عرصہ منسلک رہنے کے بعد اسلام آباد واپس آئیں تو تعلیم کے پست معیار سے خاصی مایوس تھیں اور خاندان والوں کے رویہ سے بھی بہت دلبرداشتہ تھیں۔ لہٰذا وہ اسلام آباد سے کراچی چلی آئیں اور یہاں آکر انہوں نے ایدھی ہوم کے بے سہارا خواتین کے سینٹر میں ایک ذہنی مریضہ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔

فروری کے مہینے میں میڈیا نے ایدھی ہوم جاکر ان سے انٹرویو کیا۔ انٹرویو کے درمیان ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا ''ایدھی ہوم میرا گھر ہے اور میں یہاں بہت خوش ہوں'' انہوں نے وہاں سے جانے سے انکار کردیا تھا۔ یہاں تک کہ اس انٹرویو کے نشر ہونے کے بعد گورنر سندھ عشرت العباد نے

انہیں اپنے گھر رہنے کی دعوت دی مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔

بی بی قریشی نے ایدھی ہوم کے نمائندوں سے استدعی کی تھی کہ ان کے مرنے کی صورت میں آخری رسومات ایدھی ہوم میں ہی ادا کی جائے۔ لہٰذا ١٦راگست ٢٠١٢ء بروز جمعرات ان کی تدفین کراچی میں عمل میں لائی گئی۔

۵۔رضوان احمد: (١١رستمبر٢٠١٢ء۔کراچی)

قائداعظم محمد علی جناح کے معروف سوانح نگار، جناب رضوان احمد طویل علالت کے بعد ١١رستمبر ٢٠١٢ء بروز منگل، کراچی میں انتقال کر گئے۔

رضوان احمد یکم اکتوبر ١٩٢٥ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے، الہ آباد یونیورسٹی سے ڈپلومیسی اور انٹرنیشنل افیر میں ایم اے اور ایل ایل بی کیا۔ تقسیم ہند کے بعد ڈھاکہ چلے گئے وہیں سے انہوں نے وکالت شروع کی۔ مگر یہاں زیادہ وقت نہ گزارا اور کراچی چلے آئے۔ یہاں قومی سیاست میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ کالم نویسی کا آغاز بھی کیا۔ اسی دوران قائداعظم کی شخصیت سے عقیدت اور محبت اس قدر بڑھی کہ ''عاشق قائداعظم'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ایک سچے پاکستانی تھے اور اپنی زندگی پاکستان کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

رضوان احمد مرحوم قائد فاؤنڈیشن کراچی کے بانی صدر اور نظریہ پاکستان کونسل اسلام آباد کی مجلس عاملہ کے ممبر تھے۔ انہوں نے قائداعظم کی زندگی کے حالات و واقعات پر ٢۵ سے زائد تحقیقی کتابیں لکھیں۔ ان کی ایک تصنیف ''قائد کے ابتدائی تیس سال'' بہت معروف ہوئی۔ اس تصنیف سے بہت سی کہانیاں اور واقعات کی اصل حقیقت سامنے آئی۔

''قائداعظم پیپرز'' پر مشتمل دستاویز کئی جلدوں میں مرتب کی جو کہ ١٩٢٨ء تا ١٩٤١ء سے متعلق تھیں۔ رضوان احمد کو ان کی ایک مشہور تصنیف ''میرے قائداعظم'' پر گولڈن جوبلی ایوارڈ اور حکومت پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ پی ٹی وی کی مشہور سیریل ''جناح سے قائداعظم تک'' رضوان احمد ہی کی معلومات کی مرہون منت تھی آپ قائداعظم پر سند تسلیم کئے جاتے تھے۔

رضوان احمد مرحوم نے پاکستان اور قائد سے مثالی محبت کی تھی اور ١١رستمبر ٢٠١٢ء کو جب ان کا

انتقال ہوا تو قوم قائداعظم کی ۶۴ ویں برسی منارہی تھی آپ کی تدفین کراچی میں ہوئی۔

۶۔ہاجرہ مسرور: (۱۵رستمبر۲۰۱۲ء۔کراچی)

ممتاز افسانہ نگار اور ناول نگار، اردو ادب کا ایک نہایت معروف نام، ہاجرہ مسرور۔ ۱۵رستمبر ۲۰۱۲ء کو کراچی میں انتقال کرگئیں۔انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔

ہاجرہ مسرور ۱۲رجنوری ۱۹۳۰ء میں انڈیا کے شہر لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ان کے گھر کا ماحول خاصا علمی تھا۔ ہاجرہ کے والد برٹش آرمی میں ڈاکٹر تھے۔تقسیم ہند کے بعد ہاجرہ اپنی بڑی بہن خدیجہ مستور کے ساتھ پاکستان ہجرت کرآئیں اور لاہور میں قیام کیا۔خدیجہ مستور خود بھی ایک بڑی ادیب ہیں آنگن ان کا مشہور ناول ہے اوران کی شناخت کا حوالہ بھی۔

ہاجرہ مسرور کا نام برصغیر میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے بڑا معروف رہا۔وہ انجمن ترقی پسند مصنفین میں بھی ایک نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ہاجرہ نے بہت چھوٹی عمر سے کہانیاں لکھنا شروع کی تھیں۔ انہیں پاکستان میں کسی علمی وادبی مجلہ کی پہلی خاتون ایڈیٹر ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔وہ مجلہ ''نقوش'' کی ایڈیٹر تھیں۔جبکہ احمد ندیم قاسمی ان کے معاون ایڈیٹر تھے۔ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ''چرکے'' ۱۹۴۴ء میں چھپا اس کے بعد انہوں نے ترقی پسند تحریک کے اثرات قبول کرتے ہوئے اپنے فنی ارتقاء کا سفر جاری رکھا۔ان کے افسانوں کے مجموعوں میں ''ہائے اللہ''،''چوری چھپے''،''چاند کی دوسری طرف''،''تیسری منزل''،''اندھیرے اجالے'' اور ''وہ لوگ'' شامل ہیں۔افسانوں کا کلیات ''سب افسانے'' کے نام سے مقبول اکیڈمی لاہور سے شائع ہوچکا ہے۔مجلس فروغ اردو (قطر) نے ۲۰۰۵ء میں عالمی اردو ایوارڈ بھی عطا کیا۔ہاجرہ نے ایک فلم 'آخری اسٹیشن' کی کہانی بھی لکھی تھی۔ہاجرہ مسرور کے شوہر ایک معروف صحافی تھے اور کثیر الاشاعت اخبار Dawn سے منسلک تھے۔۲۰۰۷ء میں ان کا انتقال ہوچکا ہے۔

ان کی نماز جنازہ ڈیفنس کی مسجد سلطان میں ادا کی گئی اور گزری کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ہاجرہ مسرور کے انتقال سے ادبی دنیا سوگوار ہے۔

۷۔ڈاکٹر عبدالحق انصاری: (۳راکتوبر۲۰۱۲ء۔علی گڑھ)

ہندوستان کے معروف اسلامی اسکالر اور فلسفہ کے استاد ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری ۸۱ سال کی عمر

میں بھارت میں انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر عبدالحق ۱۹۳۱ء میں تمکوہی، مشرقی یوپی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام علیم الدین انصاری تھا ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسے میں ہوئی ۱۹۴۹ء میں اسلامیہ کالج سے انٹر کیا پھر ندوۃ العلماء سے عالمیت کا کورس کیا۔ رامپور میں قائم درس گاہ اسلامی میں تین سال (۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۳ء) تعلیم کے حصول میں صرف کیے آپ کے اساتذہ میں مولانا صدرالدین اصلاحی، مولانا عبدالسمیع قدوائی، مولانا عبدالغفور ندوی، مولانا اختر احسن اصلاحی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں علی گڑھ سے بی اے کیا ۱۹۵۹ء میں فلسفہ میں ایم اے۔ ابن مسکویہ کے فلسفہ اخلاق (Ethical Philosophy of Miskawi) پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی کچھ وقت شانتی نکتین یونیورسٹی، مغربی بنگال میں لکچرر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اسی دوران مشہور مستشرق ولفریڈ کینٹ ول اسمتھ سے ملاقات ہوئی اور ان کی دعوت پر ۱۹۷۲ء میں آپ نے ہارورڈ یونیورسٹی سے Masters in Theology کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی تدریسی خدمات ملک اور بیرون ملک میں رہی ہیں۔ سعودی عرب اور سوڈان قابل ذکر ہیں۔ آپ کو جرمن، فرنچ، سنسکرت، یونانی، عبرانی، عربی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں دسترس حاصل تھی۔

اپنے طالب علمی کے زمانے ہی سے تحریک اسلامی سے وابستہ ہو گئے تھے اور پھر آگے چل کر اسی تحریک کے امیر مقرر ہوئے۔ اس منصب پر چار سال مقرر رہنے کے بعد ۲۰۰۷ء میں سبکدوش ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے فلسفہ، اخلاق، تصوف، تزکیہ نفس، احیائے دین جیسے موضوعات پر اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں کتابیں تحریر کیں۔ ان کی کتابوں میں **تصوف اور شریعت، مجددین امت اور تصوف اور قومی یکجہتی اور اسلام** اہم ہیں۔

۱۹۹۰ء کے اواخر میں سعودی عرب سے ہندوستان واپس آئے تو علی گڑھ میں مرکز برائے مذہبی تحقیقات و رہنمائی (Center for Religious Studies and Guidance= CRSG) قائم کیا جس کے تحت عوام کو عربی زبان سکھانے کا خاص انتظام کیا گیا۔ ۸۱ سالہ جدوجہد کے بعد ۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو انتقال کر گئے اور ۴/اکتوبر کی صبح جامع مسجد سر سید نگر، علی گڑھ سے متصل شوکت منزل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

۸۔ رضیہ بٹ: (۴/اکتوبر ۲۰۱۲ء۔ لاہور)

پاکستان کی مشہور ناول نگار اور کہانی نویس رضیہ بٹ لاہور میں انتقال کر گئیں۔ ان کی عمر ۸۸

سال تھی۔ وہ طویل عرصے سے بیمار تھیں اور مقامی ہسپتال میں زیر علاج تھیں۔ ان کے سینے میں شدید درد اٹھا جس کی شدت سے وہ بیہوش ہوگئیں اور اسی حالت میں دارفانی سے کوچ کر گئیں۔ اردو فکشن کی دنیا کے لاکھوں مداحوں نے رضیہ بٹ کے انتقال کی خبر کو نہایت دکھ کے ساتھ سنا۔

۵۰ ناول اور ۳۵۰ کہانیاں لکھ کر فکشن کی دنیا میں اپنا مقام بنانے لینے والی رضیہ بٹ ۱۹۲۴ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئیں۔ ان کا تعلق کشمیری خاندان سے تھا وہ دس بہن بھائی تھے ان کا بچپن پشاور میں گزرا۔ بہت چھوٹی عمر سے ہی کہانیاں پڑھنے کی شوقین تھیں اور انتہائی کثیر المطالعہ تھیں۔ اس زمانے میں جب نوجوان لڑکیوں کو زیادہ لکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، رضیہ بٹ چھپ چھپ کر کتابیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی پہلی کہانی ''لرزش'' خواتین کے ادبی رسالے ''حور'' (لاہور) میں ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۴۶ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں تو کچھ عرصہ کے لئے لکھنے سے کنارہ کرلیا مگر جلد ہی دوبارہ اس طرف متوجہ ہوئیں اور ایک بار پھر فکشن کی دنیا پر رونق ہوگئی۔ ان کی مشہور ناولوں میں گل بانو، بانو، صائقہ، نائلہ، زندگی، داستان وغیرہ شامل ہیں۔ رضیہ بٹ کی ناولوں پر بہت سے ڈرامہ سیریل اور تقریباً ۵ یا ۷ فلمیں بنائی گئیں۔ ۱۹۹۸ء میں انہوں نے اپنی خودنوشت ''بچھڑے لمحے'' لکھنے کا آغاز کیا جو ۲۰۰۱ء میں مکمل ہو کے شائع ہوئی۔

۹۔ عظمت علی خان: (۲۱/اکتوبر ۲۰۱۲ء۔ کراچی)

عظمت علی خان، سائنسی صحافت اور سائنسی ادب کا ایک روشن باب تھے۔ جو ۸۰ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کا اصل میدان سائنس تھا۔ عوام میں سائنس کا ابلاغ ان کا خواب تھا۔ ساتھ ہی مسلمان قوم بالخصوص برصغیر کی مسلم آبادی سے ایک شدید جذباتی وابستگی تھی، اردو زبان کے عاشق تھے اور اردو میں سائنس کے علم کو فروغ دینا چاہتے تھے۔

جب PCSIR سے ایک اردو سائنسی جریدے کے قیام کا منصوبہ بنا تو سب کی نگاہ انتخاب عظمت علی خان پر ہی پڑی۔ یہیں سے ان کا اور ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی کا تعلق قائم ہوا اور عظمت علی خان کی ادارت میں ''کاروانِ سائنس'' کے نام سے سائنسی ادب پر ایک اہم جریدے کا آغاز ہوا۔ اردو زبان میں سائنس پر اس پائے کا کام پہلے نہ ہوا تھا۔ مگر جلد ہی اس جریدے کو حکومت کی طرف سے بندش کا سامنا

کرنا پڑا جس کا آپ کو بڑا قلق تھا۔ یہاں سے ریٹائرڈ ہوئے تو ''کالج آف فزیشن اینڈ سرجنز آف پاکستان'' کے انگریزی مجلّے کی ادارت کے لئے بلایا گیا۔ اس مجلّے کے ساتھ انہوں نے اتنی محنت کی کہ بہت جلد اسے اعلیٰ سائنسی تحقیقی مجلات کی فہرست میں چوتھے نمبر پر لے آئے اور اس کی اشاعت کو ماہانہ بنادیا۔ ''جریدے سائنس'' اور ''بچوں کی سائنس'' کی مجلس ادارت سے بھی وابستہ رہے۔ ٹیلی ویژن سے سائنس کوئز کا پروگرام تیار کرانے کا اعزاز بھی آپ کو ہی جاتا ہے۔

اردو سائنس کالج میں جیولوجی ڈیپارٹمنٹ آپ ہی کی کوششوں سے قائم ہوا، سائنٹفک سوسائٹی کے تحت ملک بھر میں ہونے والی سائنسی کانفرنسوں کے انعقاد میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

۱۹۹۲ء میں ''بزم سائنسی ادب'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس کے تحت ہر مہینے کے آخری اتوار کو باقاعدگی سے ایک محل آراستہ کی جاتی جس میں سائنس کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اشخاص اپنے اپنے موضوعات پر پیپر پڑھتے تھے۔ یہاں نظم اور نثر دونوں صورتوں میں اظہار خیال کی آزادی تھی۔ عظمت علی خان نے سائنسی طرحی مشاعرے بھی منعقد کرائے۔ ۲۰۰۸ء میں ''محفل سائنسی شعرو سخن'' کے نام سے ایک اور ذیلی تنظیم کی بنیاد رکھی جس کے تحت آج تک محافل کا باقاعدہ انعقاد جاری ہے۔

عظمت علی خان کی کوششوں سے قائم ہونے والا سائنسی اور اردو ادب وشاعری کا یہ حسین امتزاج اس وقت عروج کو پہنچا جب انہوں نے ان محافل میں پیش کئے جانے والے سائنسی کلام کو کتابی شکل دی۔ جون ۲۰۱۲ء کو اس کتاب کا اجراء ہوا۔ اس کے بعد سے ان کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ وہ دل کے عارضے میں مبتلا تھے۔ ان کے انتقال سے سائنس اور اردو ادب وشاعری کے میدان میں ایک نمایاں خلا پیدا ہوا ہے۔ ان کی تدفین کراچی میں عمل میں آئی۔

۱۰۔ مریم جمیلہ: (۳۱ راکتوبر ۲۰۱۲ء۔ لاہور)

۷۸ سال کی عمر میں انتقال کرنے والی مریم جمیلہ سابقہ Margret Mareus نیویارک کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ یہ گھرانہ بڑا علمی تھا اور لکھنے پڑھنے کا شوق ان کو ورثے میں ملا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہی سے انہوں نے دیگر مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ تقابل ادیان کا یہ مطالعہ ان کو آہستہ آہستہ اسلام کے قریب لے آیا۔ ڈربن کے اسلامی ڈائجسٹ میں مولانا مودودی کے چھپنے والے مضامین

نے انہیں اسلام کے قریب تر کردیا۔ وہ براہ راست مودودی صاحب سے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ میں بھی تھیں ۱۹۶۱ء میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ۱۹۶۲ء میں مولانا کی دعوت پر وہ پاکستان تشریف لائیں اور لاہور میں قیام کیا۔ مریم جمیلہ نے اسلامی تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ لاہور ہی میں ان کی شادی جماعت اسلامی کے ایک رکن یوسف خان سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ۵ اولادوں سے نوازا۔

مریم جمیلہ نے اپنی ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کردی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا لیکن اب اس کا محور تبدیل ہوچکا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مریم جمیلہ نے اسلامی موضوعات پر ۳۴ کتابیں تصنیف کیں جن میں

"Why I embraced Islam", "Islam and Modernism", "Islam in theory and practice", "Islam and Orientalism".

اسلام کے حوالے سے مریم جمیلہ کی علمی خدمات قابل ذکر ہیں۔ وہ خود تو نہ رہیں لیکن ان کی تصانیف آئندہ نسلوں کے لئے راہ نما ثابت ہوں گی۔ پاکستان آنے کے بعد انہوں نے کبھی امریکہ جانے کی خواہش نہیں کی۔ ان کی تدفین لاہور ہی میں عمل میں لائی گئی۔

۱۱۔ سجاد نقوی: (۹رنومبر ۲۰۱۲ء۔ سیالکوٹ)

سجاد نقوی اردو کے ممتاز افسانہ نگار غلام ثقلین نقوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ سجاد نقوی خود بھی افسانہ نگار تھے اور اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ سیالکوٹ کے نواحی گاؤں بھڑتھ سادات میں ۱۶رجون ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا اس کے بعد پوسٹ میٹرک کا ڈپلوما حاصل کرکے اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں ۳۴ روپے ماہوار پر ٹیچر مقرر ہوگئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ وہ مختلف ملازمتوں کے دوران تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۶۴ء میں ایم اے اردو کا امتحان پاس کرلیا اور اردو کے استاد مقرر ہوگئے۔ اپنی زندگی کے آخری برس انبالہ کالج سرگودھا میں گزارے جون ۱۹۹۱ء میں ریٹائر ہوئے تو سرگودھا میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوگئے۔ دسمبر ۱۹۹۴ء میں ان کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ سجاد نقوی کا انتقال سیالکوٹ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ انتقال سے پہلے وہ اپنی سوانح عمری کچھ دیر پہلے نیند سے مکمل کرچکے تھے جو اب شائع ہوچکی ہے۔

١٢۔شفقت تنویر مرزا: (٢٠/نومبر ٢٠١٢ء۔لاہور)

پاکستان کے ممتاز دانشور، صحافی، انسانی حقوق کے علمبردار، ادیب اور محقق شفقت تنویر مرزا ٢٠/ نومبر ٢٠١٢ء کو داغ مفارقت دے گئے انہیں کینسر کا عارضہ تھا۔ ١٩٣٢ء میں وزیر آباد، پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وزیرآباد اور بہاول نگر سے حاصل کی۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے پوسٹ گریجویشن کیا اور اپنی عملی زندگی کا آغاز ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے کیا۔ وہ روزنامہ تعمیر (راولپنڈی)، رونامہ ہلال (راولپنڈی)، روزنامہ امروز وغیرہ سے وابستہ رہے۔ انہوں نے پنجابی ادب کے حوالے سے بہت لکھا۔ ان کی اہم تصانیف میں ١۔ادب راہیں پنجاب دی تاریخ، ٢۔تحریک آزادی وچ پنجاب دا حصہ، ٣۔شام حسین: سوانح عمری، ٤۔آکھیا سچل سرمست نے، ٥۔بوہا کوئی نا، ٦۔لہو سہاگ، ٧۔آزادی مگروں پنجابی ادب، ٨۔پنجابی ادب، ٩۔Resistance themes in Punjabi lierature شامل ہیں۔ ضیاء دور میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں کاٹیں اور مالی پریشانیاں برداشت کیں۔

١٣۔صفیہ صدیقی: (٢٨/نومبر ٢٠١٢ء۔لندن)

صفیہ صدیقی افسانہ نگار اور ناول نگار تھیں۔ آپ کی پیدائش لکھنؤ میں یکم جنوری ١٩٣٥ء میں ہوئی۔ آپ مشہور ترقی پسند صحافی جناب مکین احسن کلیم کی ہمشیرہ تھیں (کلیم صاحب روزنامہ مشرق کے مدیر رہے تھے) عرصہ سے لندن میں مقیم تھیں۔ ان کے چار افسانوی مجموعے بعنوان ١۔پہلی نسل کا گناہ، ٢۔چاند کی تلاش، ٣۔چھوٹی سی بات، ٤۔بدلتے زمانے ہیں جبکہ ناول کا نام وادی غربت میں ہے۔ صفیہ صدیقی کا انتقال لندن میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

١٤۔پروفیسر غفور احمد: (٢٦/دسمبر ٢٠١٢ء۔کراچی)

جماعت اسلامی کے مرکزی نائب امیر اور سابق رکن پارلیمنٹ پروفیسر غفور احمد ٢٦/دسمبر ٢٠١٢ء بروز بدھ کراچی میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ٨٥ سال تھی۔

٢٦/جون ١٩٢٧ء کو بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ ١٩٤٨ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے کامرس میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی اور انسٹیٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ اکاؤنٹس کے فیلو ہو گئے۔ تجارتی

اداروں میں کام کرنے کے علاوہ متعدد تعلیمی اداروں میں درس و تدریس سے بھی وابستہ رہے۔ جن میں انسٹیٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹ، انسٹیٹیوٹ آف انڈسٹریل اکاؤنٹ اور اردو کالج کراچی شامل ہیں۔

۱۹۵۰ء میں جب کہ ان کی عمر ۲۳ سال تھی جماعت اسلامی کے رکن بنے اور پھر ساری زندگی اسی جماعت کے ساتھ رہے۔ کئی برس تک کراچی کے امیر جماعت اسلامی رہے اور اب مدت دراز سے مرکزی نائب امیر جماعت کے طور پر کام کررہے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں رکن قومی اسمبلی مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین بنانے میں آپ کے مثبت کردار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دوسری دفعہ ۱۹۷۷ء میں رکن قومی اسمبلی بنے اور جماعت اسلامی کی پارلیمانی کمیٹی کے قائد بھی بنائے گئے۔ آپ یونائیٹڈ ڈیموکریٹک الائنس اور پاکستان قومی اتحاد کے سکریٹری جنرل بھی رہے۔ آپ کے سیاسی کیرئیر کا نقطہ عروج ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی اس تین رکنی مذاکراتی ٹیم میں شامل ہونا ہے جس نے ذوالفقار علی بھٹو سے مارشل لاء کے نفاذ سے قبل فیصلہ کن مذاکرات کئے۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۷۹ء تک پاکستان قومی اتحاد کی قیادت کے حکم کی تعمیل میں وفاقی وزیر صنعت رہے جبکہ ۲۰۰۲ء میں سینیٹر منتخب ہوئے۔ پروفیسر غفور احمد پانچ کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ وہ نہ صرف ایک اچھے مسلمان اور سیاستدان تھے۔ بلکہ اپنی ذات میں وہ دوسروں کے لئے محبّ اور شفقت کا سائبان بھی تھے۔ انتہائی نرم دل، حلیم طبع اور شریف النفس انسان تھے۔ کچھ عرصہ سے علیل تھے مگر کوئی قابل ذکر بیماری نہ تھی صرف عمر کا تقاضہ تھا۔ آخری چند دن وہ ہسپتال میں بھی داخل رہے اور پھر نہایت خاموشی سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جماعت اسلامی اپنے ایک انتہائی مخلص اور تجربہ کار رہنما سے محروم ہوگئی۔

ان کی نماز جنازہ ایم اے جناح روڈ پر اسلامیہ کالج کے سامنے ادا کی گئی۔ ایک جم غفیر ان کے جنازے میں شریک تھا۔ تدفین کراچی میں عمل میں لائی گئی۔